CEDAW اورحقوق اطفال

فاطمہ بداغی

ہر چند کہ اس زمانہ میں خواتین کے حقوق کی حمایت کوعصری دانشوری کی اہم ترین کسوٹی کا درجہ حاصل ہے،لیکن ایسا لگتا ہے کہ عورتوں کی حمایت اور ان کے حقوق کی بحالی ونگہداشت کے سلسلہ میں جو نعرے بلند کیے جارہے ہیں، ان سے خواتین مخالف اغراض و مقاصد کو پروان چڑھایا جارہا ہے۔

''حقوق خواتین'' کے سلسلہ میں ہونے والے معاہدوں میں، خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی اور مخلفانہ راہ و روش کو دور کرنے کے لئے جو کنونشن یا عالمی اجتماع منعقد کیا گیا تھا، وہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے ۔خصوصیت کے ساتھ اقوام متحدہ کی طرف سے تشکیل شدہ اس کمیٹی کی کارکردگی کا مطالعہ و تجزیہ لازمی ہے،جو خواتین مخالف روش کوختم کرنے میں سرگرم ہے کیونکہ موجودہ زمانہ میں ہونے والی نت نئی تبدیلی کی مکمل شناخت کے ذریعہ اس بات کو بخوبی واضح کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ دور میں اخلاقی فضیلتوں سے دوری اور محض اقتدار و اقتصادی نظام کی خدمت کا چلن ہوگیا ہے۔

یہ اجتماع مختلف النوع ساختاری اورنظریاتی ابہامات کا حامل ہے اور اس کی تفسیر و وضاحت اس کے حقیقی متن سے فاصلہ اختیار کرچکی ہے۔اسی لئے اس کنونشن سے ملحق ملکوں میں جو عملی نتائج حاصل ہوئے ہیں، وہ بہت مطلوب و پسندیدہ نہیں ہیں۔ اور دنیا کے دیگر ممالک اس کنونشن کے ساتھ الحاق کے سلسلہ میں بہت احتیاط اور شدید اعتراضات سے کام لے رہے ہیں،جن سے اس معاہدہ (Convention) میں اصولی اورتفسیری مسائل و مشکلات کی نشاندہی ہوتی ہے۔اس مقالہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ متن اورتفسیر کے درمیان موجود اختلافات اور ابہامات کا بھرپور تجزیہ پیش کیا جائے اور بالخصوص کنونشن کے اقدامات اورحقوق اطفال کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے، اس کو واضح کردیا جائے۔

اجتماع کی نظریاتی اساس

خواتین کے خلاف ناروائی کے خاتمہ کا کنونشن یعنی اجتماع کے تمام مستند کاغذات درحقیقت اعتباری اور قراردادی امور کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے کہ انسانی حقوق کا عالمی منشور، بین الاقوامی معاہدات، جدید

بین الاقوامی اقتصادی نظام وغیرہ۔ لیکن اس کنونشن کی فلسفیانہ نظریاتی بنیادیں مبہم ہیں اور ان کی مکمل وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے یہ ممکن ہے کہ عورتوں کے خلاف نارروائی کو دور کرنے کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی گئی ہے ان کے اراکین کے افکار و عقائد اس کنونشن پر اثر انداز ہوسکیں اور ان کی تفسیر و وضاحت میں افراط وتفریط سے بچا جاسکے۔ اگرچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنونشن بنیادی طور پر انسان دوستی اور آزادی پسند جیسے بنیادی اصولوں پر قائم ہے لیکن مذہب معنویت اور نسوانی تحریکوں سے وابستگی کے سلسلہ میں آج بھی شک و تردید موجود ہے اور ان نظریاتی اصولوں کے سلسلہ میں کنونشن کا موقف غیر مذہبی اور حقیقت سے کم آگاہی کی علامت بھی ہے۔

مبہم اور غیر واضح موضوعات

موجودہ زمانہ میں خواتین ایسے مختلف النوع مسائل ومشکلات کا سامنا کر رہی ہیں جن کے بارے میں اس کنونشن نے عمداً یا اپنی غفلت و نادانی کی وجہ سے کوئی واضح موقف اختیار نہیں کیا ہے۔ بالخصوص مندرجہ ذیل باتوں پر لگائی گئی پابندی کی توجیہ سے بھی پرہیز کیا گیا ہے ۔مثلاً:

شادی سے قبل یا ازدواجی مراحل کو طے کئے بغیر ناجائز جنسی روابط اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کے سلسلہ میں کچھ بھی نہیں کہا گیا ہے۔

علم نفسیات وحیاتیات کے بموجب عورتوں کی علیحدہ شناخت پر مبنی ان کے فطری حق کی حفاظت اور ہم جنس بازی پر بھی کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے۔

فحش گری وجسم فروشی کے بارے میں بھی مکمل خاموشی اور بے اعتنائی سے کام لیا گیا ہے۔ اقتصادی رقابتوں اور تجارتی پروپیگنڈوں کے لئے عورتوں اور لڑکیوں کے استعمال کے بارے میں نیز مقبوضہ خواتین پر سامراجی طاقتوں کے مظالم کے سلسلہ میں بھی اس کنونشن میں کچھ نہیں کہا گیا ہے۔ غیرقانونی تجارت یا اسمگلنگ سے جڑی ہوئی خواتین کی گرفتاری کے سلسلہ میں جو حکومت کی خفیہ اعلانیہ حمایت کی حامل ہیں، ممبر ملکوں اور حکومتوں کی طرف سے کئے گئے اقدام کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

اسی طرح اس کنونشن نے ان مشترک الفاظ اور اصطلاحات سے استفادہ کیا ہے جن سے مختلف معنی ومفہوم مراد لئے جاسکتے ہیں۔ بعنوان مثال

انسان کے بنیادی حقوق (Fundamental Human Rights)

خانوادہ کی فلاح و بہبود یا عالمی رفاہ (Welfare of Family or Welfare of the World) اور عالمی صلح۔ (International Peace)
مختلف فلسفیانہ مکاتب فکر اور اصول ونظریات کی بنیاد پر مذکور بالا الفاظ کی مختلف وضاحتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

درحقیقت لفظ ''ناروائی'' (Discrimination) کو اس عالمی منشور میں متعدد مقامات پر استعمال کیا گیا ہے اور اس لفظ مساوات اور عدالت یعنی (Equality and Justice) کی ضد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، جبکہ عدالت اور مساوات کا مفہوم اکثر جگہوں پر اس مطابقت کا حامل نہیں ہے مثلاً برابر کام نہ کرنے والوں کو برابر مزدوری کی ادائیگی عدل و انصاف پر مبنی عمل نہیں ہے اگرچہ برابری موجود ہے صرف دونوں کے کام کرنے کی طاقت میں برابری نہیں پائی جاتی ہے۔ درحقیقت اس عالمی منشور کے بنیادی ابہامات میں مساوات اور عدالت کا استعمال ہم معنی لفظ کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ اگر حقدار کے حق کو اس تک پہنچانا مقصود ہے، تو ٹھیک ہے۔ لیکن استعداد اور ظرفیت کے درمیان مساوات اور برابری کے ساتھ ہی ساتھ انسانی اختلافات کی موجودگی مناسب اور پسندیدہ ہرگز نہ ہوگی۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات اور برابری آخری اہم مقصد نہیں ہے، بلکہ یہ بات مرد کی محورانہ عقل وسمجھ اور دانش وبینش ہی سے وابستہ ہے جس کی تمام تر کوششوں کا مقصد سماجی معاملات میں عورتوں کو مردوں کے برابر لے جانا ہے۔ بلکہ مردوں اور عورتوں کے درمیان برابری کی تشکیل کا مقصد عورتوں کی جملہ صلاحیتوں میں اضافہ ہے کیونکہ عورتوں کی وسعت و ترقی میں ہی درحقیقت معاشرہ کی تعمیر وترقی مضمر ہے۔ لہٰذا عورتوں کی صلاحیتوں میں اضافہ اور ان کا فروغ لازمی ہے۔

ایسی عورتیں بھی ہوسکتی ہیں جن میں ترقی وفروغ کی صلاحیت مردوں سے زیادہ پائی جاتی ہو۔ ایسی صورت میں عورتوں کا تخلیقی، جسمانی، اخلاقی اور نفسیاتی اعتبار سے مردوں سے مختلف ہونا ذلت و رسوائی کا باعث نہیں ہے اور نہ ہی برابری کی حمایت میں جو نعرہ بلند کیا جارہا ہے اس کی تردید ومخالفت ہوتی ہے۔ اس مکتب فکر کے بموجب مرد وعورت کے درمیان موجود امتیازی فرق، عورتوں کا بنیادی حق ہے۔ اور عورتیں ترقی و کمال حاصل کرنے کے لئے اپنی زنانہ لطافتوں اور ظرافتوں کی تردید کے لئے ہرگز مجبور نہیں ہیں، بلکہ میدان فکر وعمل میں مردوں اور عورتوں کے درمیان موجود یہ فرق و امتیاز انھیں مطلوبہ کردار ادا کرنے میں مدد کرتا ہے۔ درحقیقت عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات کا نعرہ کافی

پرانا اور ناکام ہو چکا ہے اور موجودہ صدی میں عورتوں کے احساس رضایت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے۔ لیکن اپنی خود اعتمادی، خود انحصاری، ذاتی استعداد کی افزائش، سماجی خدمات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اپنی زنانہ قدروں کی حفاظت کرتے ہوئے عصر حاضر کی عورتوں کو احساس سعادت سے مالا مال کرسکتی ہیں۔

اسی طرح جدید اقتصادی نظام (New Economic Order) اور بیرونی تسلط اور مداخلت (Interference and Foreign Occupation) کی تفسیر بھی لازمی معلوم ہوتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جدید اقتصادی نظام، جو عورتوں کے خلاف ناروائی کے خاتمہ کی زمین ہموار کرنے والا ہے، وہی جدید عالمی نظام ہے جس میں عورتوں کا حصہ کمتر معاشی فوائد کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے؟ موجودہ دنیا میں مردوں کے درمیان مساوات کا جو نعرہ بلند کیا جارہا ہے اس کے نتیجہ میں خواتین زیادہ ثروت مند نہیں ہوئیں۔ حیولٹ نے اپنی کتاب A Lesser Life میں بیان کیا ہے :

طلاق کے عصری قوانین کا مقصد دونوں کے درمیان برابر اور منصفانہ سلوک ہے جبکہ مرد و زن موقعیت اور ظرفیت کے لحاظ سے بچہ کی حمایت کے سلسلہ میں بالعموم برابری کے حامل نہیں ہیں۔ زیادہ تر خواتین، جو پہلے شوہر دار رہی ہیں، اس ذمہ داری کو تحمل کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ جملہ شواہد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مطلقہ خواتین اور ان کے بچے بڑی خراب حالت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور دکھائی دیتے ہیں، جبکہ مرد بہتر زندگی بسر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بیرونی مداخلت اور تسلط گرائی کو بھی اس کنونشن میں مردوزن کے درمیان امتیاز کا باعث قرار دیا گیا ہے، جس کو امتیاز دور کرنے والی کمیٹی میں ابھی مباحثہ کے لئے پیش نہیں کیا گیا ہے۔ گذشتہ چند برسوں کے دوران ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ناروائی مخالف کمیٹی نے عراق یا فلسطین جیسی مقبوضہ سرزمین میں عورتوں کے خلاف اپنائے گئے سلوک پر کسی قسم کا اعتراض ظاہر کیا ہو۔ لیکن عملی طور پر کنونشن کے واسطے سے تیسری دنیا کے ملکوں اور ان کی حکومتوں کی حفاظت کے سلسلہ میں سنجیدہ اور قابل ذکر ردعمل ضرور ظاہر کیا ہے۔ کیا کنونشن کا یہ طریقۂ کار، جس میں ممالک کے داخلی قوانین اور آئین کی خلاف ورزی موجود ہے، ایک اعتبار سے بیرونی ممالک کے داخلی امور میں مداخلت اور تسلط طلبی نہیں ہے؟

۲۲ جنوری ۲۰۰۲ کو ناروائی مخالف کمیٹی، فیجی (Fiji) جیسے ملک سے یہ جواب طلب کرتی ہے کہ ۱۹۷۷ میں اس ملک نے جو آئین تیار کیا ہے اس میں عورتوں کے خلاف ناروائی اور ان کے حق

بہداشت کا ذکر کیوں نہیں ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ سلوک ناروائی کو ختم کرنے والے قوانین کی ناموجودگی کی وجہ سے اس ملک پر اعتراض بھی کیا ہے۔

اس کے علاوہ کنونشن کی دوسری وضاحت طلب اصطلاحوں میں 'خواتین کا پیدائشی حق' ہے جو عام طور پر ''حق مادری'' اور ''حق حمل'' کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن حق اسقاط حمل واضح کرنے پر CEDAW نے سیر حاصل بحث کی ہے۔

بعض ایسے مبہم موضوعات جن پر کنونشن نے کوئی توجہ نہیں دی تھی مگر ان کو CEDAW میں ایسے انداز میں واضح کیا ہے کہ وہ اس میں شامل موضوعات و مسائل سے مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔

CEDAW کی کارکردگی کا تنقیدی تجزیہ

بعنوان مثال کنونشن کی دفعہ ٦ میں یہ کہا گیا ہے کہ:

اس کنونشن کی رکنیت حامل تمام حکومتیں اپنے ملک میں جسم فروشی کرنے والی عورتوں کے ''غیر قانونی'' حمل ونقل اور ان کے اس دھندہ سے فائدہ اٹھانے والوں کے خلاف قانون بنائیں گی اور ان قوانین کے ذریعہ اس طرح کا کاروبار کرنے کی روک تھام کریں گی۔

کنونشن کی مذکورہ بالا دفعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جسم فروشی ایک مذموم غیر انسانی عمل ہے اور اس کی روک تھام کے لئے لازمی قدم اٹھایا جانا چاہئے۔ CEDAW نے ۳رفروری ۱۹۹۹ کو چین میں عورتوں کی جسم فروشی کے دھندہ کو غیر قانونی قرار دینے پر سخت اعتراض کیا اور اس بات پر زور دیا کہ جسم فروشی میں لگی ہوئی عورتوں کو کوئی سزا نہ دی جانی چاہئے۔

اسی طرح ۲ فروری ۲۰۰۰ کو CEDAW نے جرمنی کی اس حرکت پر سخت اعتراض ظاہر کیا ہے کہ اس ملک کی حکومت جسم فروشی کرنے والی خواتین سے آمدنی ٹیکس تو وصول کرلیتی ہے لیکن ان کے اس کاروبار کو قانونی اور سماجی حمایت حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح فریضہ تولید وحمل کی حمایت پر مبنی دفعہ ۱۱ بند E(۱) میں خواتین کے حمل کے سلسلہ میں لازمی وضاحت پیش کی گئی ہے اور دفعہ ۱۲ میں خاندان کی تشکیل و ترتیب وتنظیم میں ان کی خدمات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، لیکن اسقاط حمل کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کی گئی ہے اور دفعہ ۱۶ بند I/D- کی وضاحت کے ذیل میں نومولود کے حقوق کی حفاظت کو اولیت دی گئی ہے۔ لیکن CEDAW کے

وضاحتی بیان میں ممبر ملکوں سے اسقاط حمل کو قانونی قرار دینے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔

اس کمیٹی نے ۳۰ جنوری ۲۰۰۲ء کو حکومت شری لنکا سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ زنا اور مادرزادگی کو جائز اور قانونی تسلیم کرلے۔ اسی طرح اس نے ۲۳ جنوری ۲۰۰۲ کو پرتگال میں اسقاط حمل پر لگائی گئی پابندی پر سخت تنقید کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ اسقاط حمل اور حق مادرزادگی کے سلسلہ میں قومی سطح پر گفتگو کا اہتمام کیا جائے۔

اگرچہ خواتین کنونشن مذہب کے بارے میں بالکل خاموش ہے لیکن CEDAW ۱۹۹۹ء میں آئرلینڈ نامی ملک میں چرچ کے بڑھتے ہوئے سیاسی اثرات پر شدید نکتہ چینی کی۔ اور۱۹۹۹ میں حکومت چین کی جانب سے کی جانے والی خلاف ورزیوں کے سلسلہ میں اپنی پریشانیوں کا اظہار بھی کیا جس میں اس امر پر اعتراض بھی شامل ہے کہ فرقہ وارانہ امور، یا مذہبی معاملات کو کنونشن کے احاطہ اختیار سے دور رکھا گیا ہے۔

ایک اور نمونہ: کنونشن کے متن اور نارروائی مخالف کمیٹی کے طریقۂ کار میں اختلاف اور تضاد ہے۔ چنانچہ کنونشن نے تو ''ہم جنس بازی'' کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے اور نہ اس فعل کو قانونی حیثیت دی ہے لیکن کمیٹی نے میکسیکو (Mexico) نامی ملک سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ یہ اطلاع فراہم کرے کہ کیا اس ملک کے قوانین کے بموجب ہم جنس بازی کی کوئی سزا معین کی گئی ہے؟

۲۷ جنوری کو کمیٹی نے قرقزستان سے کہا کہ وہ خواتین کے درمیان ہم جنس بازی کا ایک جنسی میلان کی حیثیت سے دوبارہ تجزیہ کرے اور اس سلسلہ میں جو جرمانہ عائد کیا گیا ہے اسے فوری طور پر ختم کردیا جائے۔ ۲۹ جنوری ۲۰۰۲ کو اس کمیٹی نے ترینیداد (Trinidad) اور توباگو (Tobago) سے مطالبہ کیا کہ حکومت نے عورتوں کے درمیان جنسی روابط کے سلسلہ میں جو سزا اور جرمانہ مقرر کیا ہے اس پر نظرثانی کرے تاکہ مردوں اور عورتوں کے درمیان برتاؤ میں تفاوت کا خاتمہ ہوسکے۔

جسم فروشی اور ہم جنس بازی کے فروغ کے ذریعہ خانوادہ کی تشکیل میں کمی، خانوادہ کے درمیان تزلزل، بچوں کی سلامتی کا خاتمہ اور بچوں کو مستحکم خانوادہ کے وجود سے محروم رکھنا مقصود تھا۔ اور عورتوں کے ساتھ نارروائی کی مخالفت کرنے والی کمیٹی اسی مقصد کو پورا کرنے میں ہم تن سرگرم رہی ہے۔ کنونشن کے بیانات میں ان میلانات کی موجودگی سے اخلاقیات میں غیر معمولی گراوٹ اور زوال کی نشاندہی ہوتی ہے۔

خواتین کنونشن اور حقوق اطفال

سب سے پہلے خواتین کنونشن اور حقوق اطفال کے ذیل میں اسقاط حمل اور اطفال کے حقوق کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے:

ہر جنین کے لئے ''حق زندگی'' اس کی بنیادی اور فطری حقوق کا اہم حصہ ہوا کرتا ہے۔ پھر بھی دنیا کے زیادہ تر ممالک میں محدود درجہ تک اسقاط حمل کو جائز قرار دیا گیا ہے، بشرطیکہ اس ماں کے لئے جان کا خطرہ لاحق ہوگیا ہو یا بچہ معذور اور ناقص پیدا ہونے والا ہو۔ کنونشن نے اسقاط حمل کی مکمل اور مطلق آزادی اس وجہ سے بھی نہیں دی کہ اس عمل کی ترویج کے ذریعہ دنیا کے مختلف ملکوں میں ان کے داخلی قوانین کی خاف ورزی ہوتی تھی، نیز حقوق اطفال کی حفاظت ونگہداری میں خلاف ورزی یقینی تھی۔ اسلامی ممالک کے ساتھ ہی ساتھ آسٹریلیا، پولینڈ، اٹلی، میکسکو وغیرہ میں بھی اسقاط حمل کو جرم قرار دیا جاتا ہے اور انتہائی خصوصی حالات میں اس کو جائز تسلیم کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف امریکہ، روس، چین، ہنگری، سویڈن اور جاپان جیسے بعض ممالک اسقاط حمل کو جرم قرار نہیں دیتے ہیں۔

لیکن CEDAW ایسے حالات میں بھی دنیا کے اکثر ملکوں کے قوانین کے برخلاف خواتین کے حقوق کی حفاظت وحمایت کے ذیل میں اسقاط حمل کی سفارش کرتے ہوئے اس کے ترویج کی خواہاں ہے۔ ۱۹۹۷ میں اس کمیٹی نے برطانیہ اور آئرلینڈ شمالی کی بھرپور تنقید یہ کہکر کی کہ ۱۹۶۷ء کے قانون کے بموجب غیر معمولی حالات کے علاوہ اسقاطِ حمل آج بھی غیر قانونی عمل ہے۔ ۱۹۹۸ء میں اس کمیٹی نے کرواسی نامی ملک سے اس بات پر اپنی ناراضگی ظاہر کی کہ بعض اسپتالوں میں کام کرنے والے ڈاکٹروں نے اسقاط حمل کی مخالفت کی تھی۔ کمیٹی نے اس سلسلہ میں یہ کہا تھا کہ ڈاکٹروں کی مخالفت سے خواتین کے حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

کنونشن کے سایہ میں لڑکوں کی تربیت

کنونشن کی دفعہ ۱۰ میں لڑکوں کی غیر مشروط تعلیم کی بھرپور حمایت کی گئی ہے اور جنسی امتیاز کو دور کرنے کے لئے کنونشن کے دستاویز میں طرح طرح کے پروگراموں کی فراوانی پائی جاتی ہے۔ اس کا لڑکوں پر غیر معمولی منفی اثر مرتب ہوا ہے اور ہزاروں لڑکے غیر معمولی غم وغصہ اور رنج ومصائب سے بھری ہوئی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف ملکوں سے لڑکوں کے تشدد آمیز اعمال اور تعلیمی پسماندگی

کی خبریں بھی موصول ہورہی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی انتہا پسند راہ و روش کی وجہ سے لڑکیوں کی تعلیم کی حمایت کے سلسلہ میں جھوٹے بیانات بھی جاری کئے ہیں۔

خانم کریتینا ھاف سومز اپنی کتاب "The War against Boys" یعنی لڑکوں کے خلاف جنگ میں لکھا ہے کہ ''امریکی وزارت تعلیم و تربیت نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ یونیورسٹیوں میں داخلہ لینے والے لڑکوں کی تعداد میں کمی ہوتی جارہی ہے۔ لیکن ان واقعات کا اس نظریہ پر کوئی اثر نہیں ہوا کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان انصاف قائم کرنے میں مدارس شکست کھا چکے ہیں اور آج بھی لڑکیوں کی تعلیمی ترقی کے پروگرام مرتب کئے جارہے ہیں اور لڑکوں کی تعلیمی ترقی کی فکر کسی کو نہیں ہے۔

امریکہ کی طرح برطانیہ اور آسٹریلیا میں بھی لڑکے تعلیمی میدان بالخصوص لکھنے اور پڑھنے میں لڑکیوں سے پیچھے ہیں اور فیل ہونے والے طالب علموں میں لڑکوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسکول چھوڑکر بھاگنے والے طلباء میں بھی لڑکوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔

ماں کے رول کی تردید اور بچہ کی تربیت کا مسئلہ

کنونشن کے مقدمہ میں لکھا ہوا ہے'' معاشرہ کی ترقی اور خانوادہ کی خوشحالی میں عورتوں کی غیر معمولی خدمات اب تک پوری طرح منظر عام پر آچکی ہیں اور ماں کی سماجی اہمیت اور خانوادہ، بالخصوص بچوں کی تربیت میں والدین کے کردار سے آگاہی حاصل ہوچکی ہے۔ اور یہ بات بخوبی واضح ہے کہ بچہ کی ولادت میں عورت کو امتیازی سلوک کا نشانہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا بچہ کی تربیت کی ذمہ داری مردوں اور عورتوں کے درمیان باقاعدہ طور پر تقسیم کردینی چاہئے۔''

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کنونشن کی ترتیب و تنظیم سے وابستہ لوگوں کی نظر میں ماں کے کردار کو باعثِ امتیاز قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کردار کی نفی و تردید کو امتیازی سلوک میں کمی کا باعث خیال کرتے ہیں، اور ماں کی ذمہ داری کو'' سماجی'' ذمہ داری کے ذیل میں لاکر خانوادہ میں ماں کے کردار میں کمی سے مکمل موافقت کرتے ہیں۔

کنونشن کی دفعہ 5-B میں اسی مفہوم کو '' ماں ایک سماجی ذمہ داری کی حیثیت سے'' کے ذیل میں دہرایا گیا ہے۔ درحقیقت ماں کے سلسلہ میں اسطرح کی رائے قائم کرنا درست نہیں ہے۔ ماں بننا عورت کی فطرت میں شامل ہے اور اس کا سماج سے گہرا تعلق بھی ہے۔ اس فطری ضرورت کی نفی و

تردید کا مطلب عورتوں کو خوشحالی کے احساس سے محروم کرنا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ بچے اپنی ماؤں کے لئے معنوی حیات و ذاتی شناخت کا ذریعہ شمار کئے جاتے ہیں۔ اور ماں اور بچہ کے درمیان جو عدیم المثال محبت کا جذبہ پایا جاتا ہے، اس کو سماجی ذمہ داری جیسی نچلی سطح تک گرادینا مناسب نہیں ہے۔ اس طرزِ فکر کا فطری نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ گھر کی اقتصادی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے باپ جو کردار ادا کیا کرتا تھا اس میں کمی واقع ہوگی اور ماں کی جگہ پر باپ کو جو کردار دیا جائے گا، اس کی اہمیت بڑھ جائیگی۔ CEDAW نے اس سلسلہ میں مختلف ملکوں کو خصوصیت کے ساتھ اس طرح لکھ بھیجا:

۲۳ جنوری ۱۹۹۷ میں اس کمیٹی نے اسلووِنی سے سفارش کی کہ والدین کی چھٹی کے سلسلہ میں جس میں باپ کی چھٹی کی طرف خصوصی اشارہ کیا گیا ہے، فوری منظوری جاری کردی جائے۔

۳۱ جنوری ۲۰۰۱ کو اس کمیٹی نے سنگاپور سے اپنی پریشانی یوں ظاہر کی کہ یہ کمیٹی ایک سب سے چھوٹی اکائی کی حیثیت سے خانوادہ کی اہمیت کا اعتراف کرتی ہے لیکن ایشیائی قدروں کے مفاہیم بالخصوص خانوادہ کے سلسلہ میں یہ خیال باعث نگرانی ہے کہ شوہر خانوادہ کا سرپرست ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ بات عورتوں کے خلاف ناروا سلوک میں اضافہ کا باعث بن جائے۔

کمیٹی نے ۲۰ فروری ۲۰۰ عیسوی کو جرمنی سے یہ مطالبہ کیا کہ باپ کے سلسلہ میں جس چھٹی کی تجویز پیش کی گئی ہے اس پر سنجیدگی سے غور وفکر کی ضرورت ہے کہ بچوں کی نگہداری بلکہ بچہ داری کے کام میں مردوں کی تعداد میں اضافہ ہوسکے۔ اسی طرح یہ کمیٹی حکومت سے اصرار کے ساتھ یہ مطالبہ کرتی ہے کہ بچوں کی نگہداشت کے لئے مکان اور دیگر سہولتوں کا زیادہ سے زیادہ انتظام کیا جائے تاکہ خواتین بچہ کی ولادت کے بعد جلد از جلد اپنے سابقہ کاروبار کو دوبارہ سنبھال سکیں۔

عورتوں کے خلاف ناروابرتاؤ کے خاتمہ کے سلسلہ میں کنونشن کا یہ تجزیہ نومولود کے حقوق اور اس کی نفسیاتی ضرورتوں کے برعکس ہے، کیونکہ ولادت کے بعد بچہ کو باپ کے مقابلہ میں ماں کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات کنونشن کی دفعہ ۲۰ و بند۔۱ میں حقوق اطفال کے ذیل میں کہی گئی بات کی تردید کرتی ہے۔

'' بچہ کو وقتی یا دائمی طور پر خاندانی ماحول اور اس کے فوائد سے محروم نہ رکھنا چاہئے ، بلکہ اس کو حکومت کی طرف سے ہر ممکن سہولت حاصل ہونی چاہئے تا کہ بچہ ان نعمتوں سے محروم نہ ہونے پائے''۔

پس'' بچوں کے گہوارہ'' کے نام سے ایسے گھروں کو ہرگز فروغ نہ دینا چاہئے جس کی وجہ سے بچہ وقتی طور پر خانوادہ کی نعمت سے محروم ہوجائے۔ یہ تجویز بچوں کی حقوق سے ہرگز میل نہیں کھاتی ہے۔ نیز اس سے فقط باپ والے خانوادہ، طلاق کی راہ و روش میں اضافہ اور شادی و ازدواج کے بغیر بچوں کی ولادت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ان تمام صورتوں میں بچوں کے حقوق کی حفاظت ناممکن ہوجاتی ہے۔ ۲۳ جنوری ۱۹۹۷ کو کمیٹی نے اسلودنی نامی ملک کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے یہ اعتراض کیا تھا کہ تین سال سے کم عمر والے صرف ۳۰ فیصد بچے اور تین سے چھ سال کی درمیانی عمر کے نصف سے زیادہ بچے'' بچوں کے گہوارہ'' نامی جگہ پر پرورش پا رہے ہیں اور باقی تمام بچے اپنے گھروں اور خاندان والوں کے ساتھ پل رہے ہیں جس کی وجہ سے احتمال قوی ہے کہ یہ بچے ان سماجی اور تربیتی مواقع سے محروم رہ جائیں گے جو'' بچوں کے گہوارہ'' میں دوسرے بچوں کو فراہم کئے گئے ہیں۔

جنسی تعلیمات اور حقوق اطفال

خانوادہ کی تنظیم کے سلسلہ میں کنونشن کی دفعہ 14-B اور دفعہ 16-E میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن تعلیمات کی فراہمی کے سلسلہ میں کنونشن بالکل خاموش ہے۔ البتہ CEDAW نے نوجوانوں کے درمیان ان تعلیمات کو رائج اور مقبول بنانے کی بات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کی ہے۔ یکم جولائی ۱۹۹۹ آئرلینڈ نامی ملک سے یہ اصرار کیا کہ ایسے وسائل کی فراہمی کا معقول انتظام کیا جائے جن کے ذریعہ لڑکیوں کو حاملہ ہونے سے روکا جاسکے۔ ان وسائل کو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم کیا جائے اور ایڈس سے نوجوانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے کنڈوم کے استعمال پر تاکید کی جائے۔ یکم جولائی ۱۹۹۹ کو اس کمیٹی نے اسپین سے یہ مطالبہ کیا کہ ابتدائی اور متوسط کلاس کے نوجوان طالب علموں کو جنسی تعلیمات فراہم کی جائیں۔

بعض مصنفین اور دانشوروں کا یہ خیال ہے کہ نوجوانوں کو جملہ جنسی تعلیمات سے پوری طرح باخبر رہنا چاہئے۔ محترمہ شیلٹ اپنی کتاب A Return to Modesty یعنی عفت کی طرف واپسی میں لکھتی ہیں کہ نوجوان حاملہ لڑکیوں کی تعداد میں زیادتی ان کے لئے کوئی عجیب اور پیچیدہ بات نہیں ہے کیونکہ

جنسی مسائل کی تعلیم ایسی تہذیب میں سرفہرست ہوا کرتی ہے جو پوری طرح جنسی ہو۔ یہ نوجوان یہ چاہتے ہیں کہ الکزینڈر رنجر جیسے لوگوں کی نگاہ میں ان لوگوں کو عام خیال کیا جائے اور یہ ثابت ہوجائے کہ جنسی اعتبار سے یہ لوگ سالم ہیں۔

ملی جلی تعلیم اور حقوق اطفال

نارروائی مخالف کنونشن کی دفعہ 10-C[1] میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر سطح پر مردوں اور عورتوں کے قدیم، دقیانوسی اور لکیر کے فقیر والے کردار کے خاتمہ کے لئے ملی جلی تعلیم اور دیگر قسم کی تعلیم کو رائج اور مقبول کیا جائے۔

کنونشن نے معاشرہ اور خانوادہ میں مردوں اور عورتوں کے روایتی اور قدیمی کردار میں تبدیلی کو مساوات حاصل کرنے کا مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ خواتین کے کردار کی حدود کا صحیح اندازہ نہیں ہے پھر بھی ماں، بیوی اور گھر کے اندر کی دیگر ذمہ داریاں عورتوں کے حصہ میں آتی رہی ہیں اور زندگی کے جملہ اسباب و وسائل کی فراہمی مردوں کی ذمہ داری ہوا کرتی ہے۔ عورتوں کے سنتی اور روایتی کردار سے انکار کا مطلب مادری اور ازدواجی کردار کی مکمل تردید کے برابر ہے کیونکہ کنونشن نے اس سلسلہ میں کسی استثناء کا ذکر نہیں کیا ہے۔ کنونشن نے ''روایتی کرداروں کی تردید'' پر مشتمل اس راہ و روش کی ایجاد کے لئے ثقافتی یکسانیت کی ترویج کی بات کہی ہے۔ یہ ثقافتی یکسانیت درحقیقت ثقافتی فرق و اختلاف کی تردید کے بعد حاصل ہوسکتی ہے۔ واضح رہے کہ ثقافتی کثرت اقوام عالم پر جدید سرمایہ داری کے تسلط کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ رہی ہے۔ اقتصادی تسلط پر مبنی نظام میں اب انسان زن و مرد نہیں رہ گیا ہے، بلکہ اب تو یہ مزدور، مارف (Consumer) تولید کنندہ اور ٹھیکیدار ہو کر رہ گیا ہے۔ دوسری عبارت میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اقتصادی بالادستی اور سرمایہ دارانہ نظام میں اب انسان اور انسانی قدروں کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی، بلکہ تمام اقدار معاشی اور اقتصادی کاروبار سے وابستہ ہوکر رہ گئے ہیں۔

قدیم اور روایتی کردار سے علیحدگی اور کنارہ کشی کی وجہ سے اب یہ فکر کرنا ضروری ہوگیا ہے کہ وہ کیا بن سکتے ہیں؟ اس سے زیادہ اہم بات تو یہ دیکھنا ہے کہ روایتی کردار کی علیحدگی اور مخلوط و ملی جلی تعلیم کے درمیان کیا ربط پایا جاتا ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ عین وہی تعلیم جو مردوں کو دی جارہی

1- The Elemination of any Stereotype Concept of Men and Women at all Levels and in all Forms of Education by encouraging Co-education and other types of Education

ہے، عورتوں کو بھی علیحدہ طور پر فراہم کی جائے؟ اس میں جو چیز سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ طالب علموں تک علمی اور عملی مہارتوں کا منتقل کرنا ہے، چاہے وہ لوگ الگ الگ ہوں یا مخلط اور ایک دوسرے کے ساتھ ہوں، علیحدہ نہ ہوں۔ آج کل دنیا کے اکثر ممالک میں مخلط تعلیمی نظام (Co-Education System) رائج ہے اور اس کے منصوبہ سے قبل مختلف کن ونشنوں میں بھی اس پر عمل درآمد ہو چکا ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا اب تک ان کن ونشنوں کو اپنی خواہش کے مطابق کامیابی حاصل ہوئی ہے؟

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آج مغربی دنیا اس تجویز پر غور وفکر کر رہی ہے کہ لڑکوں کی تعلیمی ترقی کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ ان کی کلاس لڑکیوں سے الگ ہو۔

۱۸ جنوری ۱۹۹۸ کی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ پورے انگلستان کے مخلط اسکولوں میں لڑکوں کی الگ کلاس کا تجزیہ کیا جارہا ہے اور اکثر اساتذہ نے یہ اطلاع دی ہے کہ علیحدہ کلاس سے بہتر نتائج حاصل ہوئے ہیں۔

اس کنونشن نے لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلط اور ملی جلی تعلیم کی تجویز و سفارش تو کردی ہے لیکن جنسی سن بلوغ میں ہونے والی کمی، تعلیمی ماحول میں نازیبا ہے۔ جنسی استفادہ اور لڑکیوں پر ہونے والے جنسی تجاوزات کی کوئی پرواہ نہیں کی گئی ہے۔ مشہور ماہر نفسیات محترمہ میری پایفر اپنی کتاب ''دوبارہ زندہ ہونے والی اوفلیائی'' میں لکھتی ہیں ''ادھر میری ملاقات ایسی لڑکیوں سے ہورہی ہے جو اپنا اسکول چھوڑنا چاہتی ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ مدرسہ میں ہم لوگوں پر جو گزر رہی ہے، اسے ہم بیان نہیں کر سکتے ہیں۔''

اطفال اور ملازم و حاملہ خواتین کی حمایت میں کمی

اگرچہ کنونشن کی دفعہ ۱۱ بند ABCD میں حاملہ عورت کی ملازمت سے عدم علیحدگی، مادرانہ تعطیلات، طفلانہ مراقبت و دیکھ بھال اور پیچیدہ مشاغل میں حاملہ خواتین کو فراہم کی جانے والی خصوصی مراعات پر کافی زور دیا گیا ہے، لیکن ناروائی مخالف کمیٹی نے ۲۰۰۰ میں بلاروس نامی ملک سے بڑے اصرار کے ساتھ یہ مطالبہ کیا کہ ملازمت اور حفاظت سے متعلق قوانین اور معیاروں میں تبدیلی کی جانی چاہئے کیونکہ اس ضمن میں لوگوں کو جو حمایت فراہم کی جاتی ہے اس سے عورتوں کے خلاف سلوک کی نشاندہی

ہوتی ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ حاملہ عورتوں کے سلسلہ میں برتی جانے والی لاپرواہی کا تجزیہ اور نقصان کی تلافی لازمی ہے۔ ۱۹۹۸ میں جمہوری چک نامی ملک کی حکومت پر تنقید واعتراض کرتے ہوئے حاملہ خواتین اور زچگی کے دور سے گزرنے والی خواتین کے لئے لازمی حمایت میں اضافہ کا مطالبہ کیا گیا اور عورتوں کی سبک دوشی کی عمر میں کمی پر شدید اعتراض ظاہر کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ کمیٹی نے یہ بھی یاددلایا کہ خانوادہ میں عورتوں کے کردار کی ثقافتی ستائش منفی نتائج کی حامل ہوسکتی ہے اور اقتصادی بہانہ بازی کے ذریعہ حاملہ خواتین کو دی جانے والی حمایت میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔ درحقیقت حاملہ خواتین کی حمایت میں کمی قبل از وقت ولادت یا کمزور و لاغر بچوں کی ولادت کا سبب بن سکتی ہے جس کا مطلب حقوق اطفال کی پامالی وخلاف ورزی ہوگی۔ یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ ملازم حاملہ خواتین کی حمایت میں کمی ان کے مالکوں کے فائدہ میں اضافہ کا باعث ہوگی۔

جیمس کیڈوویلس اپنی کتاب ''مسائل ازدواج'' یعنی The Marriage Problems میں لکھتے ہیں کہ کام کرنے والی خواتین چونکہ زیادہ وقت اپنے بچوں سے دور رہتے ہوئے زندگی گزارتی ہیں لہٰذا ممکن ہے کہ وہ مشکل میں مبتلا ہوجائیں۔ ایسی صورت میں یہ ہوسکتا ہے کہ عورتوں کے کام کی مدت میں قدرے کمی کردینے سے ازدواجی تعلقات کی تقویت پہونچائی جاسکتی ہے۔ جب مرد و عورت دونوں ملازمت کرتے ہیں تو وہ اپنے بچہ کو ''گہوارۂ اطفال'' کے حوالہ کردیتے ہیں یا بڑی دشواریوں کے ساتھ اپنے اوقات زندگی کی ترتیب وتنظیم کچھ اس انداز میں کرتے ہیں کہ تھوڑا سا وقت اپنے بچوں کے ساتھ گزار سکیں۔ اس بات سے پتا چلتا ہے کہ ملازمت میں عورتوں کی تعداد میں اضافہ نے بچوں کی تربیت پر برا اثر ڈالا ہے۔ اکثر خواتین اس بات سے بے حد پریشان ہیں کہ دفتر کی ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ اپنے بچوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے پاتی ہیں۔ یہ ملازمت کرنے والی خواتین اب یہ محسوس کرنے لگی ہیں کہ وہ انگنت جھمیلوں میں پھنس کر رہ گئی ہیں، اور اب ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک ہی وقت میں وہ ماں، بیوی، ملازم خاتون اور تجارتی ادارہ کی سرپرست کی ذمہ داریوں کو کیسے نبھائیں؟ کیونکہ ان میں سے ہر ایک ذمہ داری کے لئے مستقل وقت اور توجہ درکار ہے۔ پس یہ کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ عورت و مرد ایک دوسرے کی جانشینی قبول کرسکتے ہیں۔ اور دونوں کے درمیان فقط کچھ جنسی خصوصیات کا فرق ہے اور دونوں میں سے کسی کو بھی بچوں کی دیکھ

بھال اور دوسرے اہم کام کی ذمہ داری سونپی جاسکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اکثر زن و مرد اس طرح سوچتے ضرور ہیں، لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔ جسمانی ساخت کے اعتبار سے ماں ہونا درحقیقت باپ ہونے سے بالکل مختلف ہے۔ ماں بچہ کو اپنے شکم کے اندر حمل کرتی ہے اور اپنے شیر سے اس کے لئے غذا فراہم کرتی ہے۔ مرد اور عورت دونوں بچہ کو عزیز رکھتے ہیں، لیکن دونوں کی محبت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ دنیا کے اکثر معاشروں میں خواتین ہی اپنے بچوں کی نگہداری کرتی رہی ہیں اگرچہ ان پر دیگر ذمہ داریوں کا بھاری بوجھ بھی ہوا کرتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ CEDAW نے حاملہ خواتین کی حمایت میں کمی کی سفارش کیوں کی ہے؟

ناروا سلوک کو دور کرنے والی کمیٹی تو ماں کے معنوی احترام کو بھی تنقید کا موضوع بنادیتی ہے۔ یہ کمیٹی ۲۱ جنوری ۲۰۰۰ کو لکزمبرگ حکومت پر اعتراض کرتے ہوئے یہ شکایت کرتی ہے کہ وہ مردوں کو خانوادہ کا سرپرست اور عورتوں کو ماں اور گھریلو خاتون کی حیثیت سے کیوں قلمبند کرتی ہے۔ دوسری طرف یہی ۳۱ جنوری ۲۰۰۰ کو حکومت بلاروس پر یہ اعتراض کرتی ہے کہ روایتی راہ و روش کی پیروی کرتے ہوئے وہ ہر سال ''یومِ مادر'' کیوں مناتی ہے اور عورتوں کو تمغۂ افتخار کیوں عطا کرتی ہے؟ یہ کمیٹی اعتراض کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ اس قسم کی حرکتوں سے عورتوں کے روایتی کردار کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ۳۱ جنوری ۲۰۰۱ کو لکھے گئے اپنے مکتوب میں کمیٹی حکومت ہالینڈ سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ خواتین کو فراہم کی جانے والی سہولتوں کو اور بہتر بنائے تاکہ خواتین آدھے دن کی ملازمت کے بجائے پورے دن کام کرنے کے لئے راضی ہوجائیں۔

نتیجہ: موجودہ تجزیہ سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ کنونشن ہر قسم کے امتیازات کو ختم کرنے اور مرد اور عورت کے درمیان مساوات کا نعرہ لگانے کے باوجود عورت کو موجودہ زندگی کے تناؤ اور دباؤ سے نجات نہیں دلاسکا۔

عورتوں کے لئے انصاف: مردمحوری اور مرد سالاری کے بوجھ سے نجات حاصل کرنے کا بہترین حل یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کی برابری کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ وہ خود باوری اور خود اعتمادی کی خواہاں ہیں اور اپنی طاقت پر بھروسہ کرنا چاہتی ہیں اور گھریلو زندگی میں اپنے شوہر اور اپنے بچوں

کی شرکت کے ذریعہ اپنی زندگی مستحکم اور پرسکون بنانا چاہتی ہے۔ انھیں مساوی سماجی عہدہ و مرتبہ حاصل کرنے کے لئے پرہیز سے کام لینا چاہئے اور اپنے فطری حق کا استعمال کرتے ہوئے انسانیت کی سربلندی کا درجہ حاصل کرنا چاہئے۔ مردوں سے کہیں زیادہ بچوں اور عورتوں کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ انصاف اور سکون حاصل کرنے کے لئے عظیم اخلاقی قدروں کی پیروی کریں تاکہ انسانی معاشرہ تشدد اور جنسی جرائم سے پاک رہے اور معصوم بچوں کی تربیت کے لئے مناسب ماحول پیدا ہوسکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کن ونشن اور نارروائی مخالف کمیٹی عورتوں کے لئے انصاف فراہم کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کرسکا اور عورتوں کی دنیا بالخصوص مشرقی خواتین کا معاشرہ اپنے مخصوص افکار وعقائد اور اپنی اخلاقی ومعنوی پابندیوں کی بنیاد پر خواتین کے حقوق کے سلسلہ میں ایک دوسری ''سند'' کا خواہاں ہے تاکہ بیرونی دباؤ سے دور رہتے ہوئے خواتین ہر طرح کی نارروائی سے نجات فراہم کرسکیں اور وہ عالمی صلح کے سایہ میں پرسکون زندگی بسر کرسکیں۔